سوئے اسلام جو ہم بادلِ دیوانہ چلے

ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس ہنگری

ڈاکٹر علی سلمان ۔ فرانس

الحاج ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس ہنگری کے مستشرق اور علم و ادب میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں، وہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان برصغیر ہندوپاک آئے تھے کچھ عرصہ ڈاکٹر ٹیگور کے شانتی نکیتن میں شریک رہ کر جامعہ ملیہ دہلی گئے جہاں انہوں نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کئی زبانوں کے ماہر ہیں خصوصاً ترکی میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ مشرقی علوم کا مطالعہ اسلام کیطرف آپ کی رہنمائی کا سبب ہوا تھا۔ (ادارہ)

میں اپنے عنفوانِ شباب کے زمانے میں برسات کی خوشگوار سہ پہر کو ایک مصوّر رسالہ پڑھ رہا تھا۔ اس کے صفحات پر عصر حاضر کے مباحث کے ساتھ ساتھ دلچسپ افسانے اور دُور دراز ملکوں کے حالات چھپے ہوتے تھے۔ میں رسالے کے ورق الٹ پلٹ رہا تھا کہ نگاہ ایک تصویر پر اٹکی۔ یہ تصویر کچھ چھت دار مکانوں کی تھی، جا بجا کچھ گنبد اور مینار آسمان کیطرف بلند ہو رہے تھے۔ اور بہت سے آدمی زرق برق لباس پہنے سیدھی صفوں میں دو زانوں بیٹھے ہوئے تھے۔

تصویر کا منظر ہمارے مغربی مناظر سے بالکل مختلف تھا۔ اس لئے میری توجہ اس میں جذب ہو کر رہ گئی۔ ایک نامعلوم سی بے چینی پیدا ہوئی کہ اس تصویر کا مفہوم پیش کیا جائے۔

میں نے ترکی پڑھنا شروع کی مجھے بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ ترکی ادب میں اس کے اپنے الفاظ بہت کم ہیں۔ اس کی نثر میں فارسی اور نظم میں عربی عنصر غالب ہے۔ اب میں نے ترکی کیساتھ عربی اور فارسی کی تحصیل بھی شروع کر دی۔ میرے سامنے یہ مقصد تھا کہ ان زبانوں کے ذریعے سے اپنے آپ کو اس روحانی دنیا میں داخل ہونے کے قابل بنا سکوں جسکی تابناکیوں نے انسانیت کو جگمگا

دیا ہے۔

خوش قسمتی سے ایک مرتبہ موسم گرما کی تعطیلات میں مجھے بوسینیا کے سفر کا اتفاق ہوا۔ یہ ایشیائی ملکوں میں ہمارا سب سے قریبی ملک ہے۔ وہاں میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور جیتے جاگتے، چلتے پھرتے مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے لگا۔

رات کا وقت تھا، مدہم برقی روشنی سڑکوں پر پڑ رہی تھی میں ایک کم حیثیت کیفے میں داخل ہوا اندر معمولی اسٹولوں پر بیٹھے ہوئے دو بوسینی قہوے کا لطف اٹھا رہے تھے۔ وہ ترکوں کے روائتی گھیرے دار پائجامے پہنے ہوئے تھے۔ بوکمر پہ سے پیٹیوں کے ذریعہ بندھے ہوئے تھے، ہر ایک کی پیٹی میں ایک خنجر لٹکا ہوا تھا۔ پوشاک اور وضع قطع سے وہ فوجی معلوم ہوتے تھے۔ میں دھڑکتے دل کیساتھ ان سے کچھ دوری پر ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔

دونوں نے میری طرف متجسس نگاہوں سے دیکھا۔ میری رگوں میں خون منجمد ہو کر رہ گیا اور تمام قصے ذہن میں تازہ ہو گئے جو میں کتابوں میں مسلمانوں کے متعصبانہ تشدد اور عدم رواداری کی بابت پڑھ چکا تھا وہ دونوں آپس میں کچھ سرگوشی کر رہے تھے۔ اور جہاں تک میں سمجھ سکا موضوع سخن کیفے میں اس وقت میری غیر متوقع موجودگی تھی۔ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ اس خطرناک ماحول سے میں نے نکل جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھ میں اٹھنے کی سکت باقی نہ رہی تھی۔

میں اس پریشانی میں مبتلا تھا کہ ہوٹل کے ملازم نے خوشبودار قہوے کی ایک پیالی لا کر میرے سامنے رکھ دی اور ان خوفناک آدمیوں کیطرف اشارہ کیا کہ یہ انہوں نے بھیجی ہے۔ میں نے ان آدمیوں پر گہری نظر ڈالی اس پر ان میں سے ایک نے متبسم چہرے کیساتھ نرم اور شیریں آواز میں مجھے سلام کیا۔ میں نے بادل نخواستہ مصنوعی مسکراہٹ کیساتھ سلام کا جواب دیا۔ میرے دونوں مفروضہ دشمن اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گئے۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ کم از کم مجھے کیفے سے نکال باہر کریں گے۔ لیکن انہوں نے پہلے سے کہیں زیادہ شیریں لہجہ میں سلام کیا اور میری چھوٹی میز کے سامنے بیٹھ گئے۔ ایک نے تپاک کیساتھ سگار پیش کیا۔ ان کے شریفانہ برتاؤ سے مجھے محسوس ہونے لگا کہ اس فوجی لباس کے اندر خلیق اور متواضع روح پوشیدہ ہے۔

انہوں نے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔ میں قدیم ترکی زبان میں ان کی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ یہ بات چیت بڑے کام کی ثابت ہوئی۔ انہوں نے بڑے خلوص کیساتھ مجھے اپنے یہاں مدعو کیا۔ مسلمانوں سے ذاتی طور پر یہ میری پہلی ملاقات تھی۔